آمریت اور استبداد کے خلاف اقبالؒ کا فکری جہاد

ڈاکٹر محمد ریاض

علامہ اقبال کی اردو اور فارسی شاعری کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ یہ آمریت، ملوکیت، استبداد اور ہر قسم کے جور و جفا کے خلاف ایک زبردست احتجاج ہے۔ بات اسی قدر نہیں کہ اقبال نے بر صغیر کے مسلمانوں کو بالخصوص اور یہاں کے دیگر باشندوں کو بالعموم انگریزی استعمار کے خلاف صف آرا کیا اور بر صغیر کی آزادی اور پاکستان کی تشکیل میں اہم کردار ادا کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ شعر اقبال الجزائر اور ایران وغیرہ کے انقلابات کا ایک بڑا موجب بنا اور مرور ایام کے ساتھ ساتھ اقبال کے پیغام کے مخالف استبداد مضمرات اور اس پیغام کی غیر معمولی تاثیر مزید اجاگر ہوتی رہے گی۔

افرنگ دشمنی :

اقوام یورپ کے استعمار اور ملوکانہ استبداد کے خلاف کلام اقبال میں شواہد کی کمی نہیں۔ افرنگی استعمار گروں نے اپنے وطن میں جمہوریت کا نظام قائم کر رکھا تھا اور جہاں کہیں بادشاہ یا ملکہ کو سربراہ مملکت کی حیثیت حاصل تھی وہ محض ایک رسمی عمل تھا۔(۱) مگر اپنے جملہ مستعمرات میں انھوں نے بدترین قسم کی ملوکیت قائم رکھی۔ برصغیر کے ماقبل آزادی کے حالات پر ایک نگاہ ڈالیں۔ یہاں انگریزوں نے کس قدر ذیلی اور طفیلی ملوکیتیں اور ریاستیں قائم کر رکھی تھیں، مگر نواب سراج الدولہ (م ۱۷۵۷ء) اور سلطان فتح علی ٹیپو (م ۱۷۹۹ء) ایسے آزادی پسند امرا کا انھوں نے کس قدر جلد صفایا کروایا۔ مغرب کے جمہوری نظام کی بدیہی خامیوں سے قطع نظر، افرنگیوں کی اس دوغلی پالیسی کی بنا پر اقبال ان کے جمہوری نظام کو بھی ملوکیت کی ہی ایک صورت قرار دیتے رہے ہیں مگر جس نظام حکمرانی میں استعمار، استبداد اور دوسروں کے استحصال کی کارفرمائی ہو، اس کے ملوکیت ہونے کے بارے میں شبہہ بھی کیا ہے؟ اپنی آخری تالیف ارمغان حجاز میں

اقبال اس صورت حال کی خود بخوبی وضاحت فرمادیتے ھیں ۔ ایک نظم میں(۲) ابلیس کے مشیر کہتے ھیں کہ لوگوں کے خود شناس اور خود نگر بننے اور سلطانی جمہور کے شور و غوغا کے پیش نظر ملوکیت، کو جمہوریت، کا لباس دے دیا گیا وگرنہ سرمایہ دارانہ استحصال نظام جمہوریت، کا حاصل ہو، تو بھی وہ ملوکیت ھی کی ایک صورت ھے :

ھم نے خود شاھی کو پہنایا ھے جمہوری لباس
جب ذرا آدم ھوا ھے خود شناس و خود نگر
کاروبار شہر یاری کی حقیقت اور ھے
یہ وجود میر و سلطاں، پر نہیں ھے منحصر
مجلس ملت ھو یا پرویز کا دربار ھو
ھے وہ سلطاں، غیر کی کھیتی پہ ھو جس کی نظر
تو نے کیا دیکھا نہیں مغرب کا جمہوری نظام ؟
چہرہ روشن، اندروں چنگیز سے تاریک تر(۳)

''چنگیز،، وہ منگولی سفاک حکمراں تھا جس نے ساتویں صدی ھجری کے اوائل میں براعظم ایشیا کے کئی مسلمان ممالک میں کشت و خون کا ایک ایسا سلسلہ شروع کیا جسے اس کی اولاد اور جانشینوں نے کوئی نصف صدی تک جاری رکھا ۔ اقبال کبھی چنگیز کی سفاکیوں کا ذکر کرتے ھیں اور کبھی اس کے ظالمانہ مجموعہ قوانین ''یاسا،، کا ۔ ''یاسا،، میں اکثر جرائم کی سزا قتل تھی اسی سیاق میں اقبال کے کئی اشعار قابل غور ھیں، جیسے :

فریاد ز افرنگ و دلآویزی افرنگ
فریاد ز شیرینی و پرویزی افرنگ
عالم ھمہ ویرانہ ز چنگیزی افرنگ
معمار حرم ! باز بہ تعمیر جہاں خیز

از خواب گران، خواب گران، خواب گران خیز
از خواب گران خیز(۴)

جلال پادشاهی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی (۵)

مندرجہ بالا اشعار میں پرویز کا ذکر دو بار آیا ہے ایران کا ساسانی عیش دوست شہنشاہ خسرو پرویز مشہور ہے افسانوں کی رو سے اس نے شیریں کو ھتھیانے کی غرض سے فرہاد کوہ کن کو جان سے مروا ڈالا تھا ۔ اقبال کے ہاں پرویز ملوکیت و استبداد کا نمائندہ ہے جب کہ فرہاد کوہ کن مظلوم، مزدوروں اور محنت کشوں کا نمائندہ ہو سکتا ہے ۔ شواہد اسی مضمون میں آجائیں گے ۔ بہر طور اقبال نے اپنے کلام میں افرنگیوں خصوصاً انگریزوں سے صرف اسی لئے اظہار نفرت و عداوت نہیں کیا کہ انہوں نے بر صغیر کے باشندوں کو غلام بنا رکھا ہے(۶) وہ اصولی طور پر بھی مغربی ملوکانہ طرز کار کے مخالف تھے ۔ انہوں نے بارہا فرمایا کہ دنیا کی موجودہ زبوں حالی کی علت غائی مغرب کے ترقی یافتہ ممالک کا مستبدانہ اور ملوکانہ وطیرہ ہے :

ہے وہی ساز کہن مغرب کا جمہوری نظام
جس کے پردوں میں نہیں غیر از نوائے قیصری
دیو استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب
تو سمجھتا ہے یہ آزادی کی ہے نیلم پری
مجلس آئین و اصلاح و رعایات و حقوق
طب مغرب میں مزے میٹھے، اثر خواب آوری
گرمی گفتار اعضائے مجالس الاماں
یہ بھی اک سرمایہ داروں کی ہے جنگ زرگری

نظر کو خیرہ کرتی ہے چمک تہذیب حاضر کی
یہ صناعی مگر جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے
وہ حکمت ناز تھا جس پر خود مندان مغرب کو
ہوس کے پنجہ خونیں میں تیغ کار زاری ہے
تدبر کی فسوں کاری سے محکم ہو نہیں سکتا
جہاں میں جس تمدن کی بنا سرمایہ داری ہے (۷)
ترا ناداں امید غم گسار یہا ز افرنگ است ؟
دل شاہیں نسوزد بہر آن مرغے کہ در چنگ است (۸)

سجودے آوری دارا و جم را
مکن اے بے خبر رسوا حرم را
مبر پیش فرنگی حاجت خویش
ز طاق دل فروریز ایں صنم را (۹)
آدمیت زار نالید از فرنگ
زندگی ہنگامہ بر چید از فرنگ
گرگے اندر پوستین برۂ
ہر زماں اندر تلاش برۂ
مشکلات حضرت انساں از اوست
آدمیت را غم پنہاں ازوست
دانش افرنگیاں تیغے بدوش
در ہلاک نوع انساں سخت کوش
آہ از افرنگ و از آئین او
آہ از اندیشہ لا دین او

علم حق را ساحری آموختند
ساحری نے کافری آموختند
دانی از افرنگ و از کار فرنگ
تا کجا در قید زنار فرنگ ؟
زخم از و نشتر از و سوزن ازو
ما وجوے خوں و امید رفو
کشتن بے حرب و ضرب آئین اوست
مرگہا در گردش ماشین اوست (۱۰)

افرنگ دشمنی کے سلسلے میں اقبال کی چند کتابوں کے منقولہ بالا اشعار کو اصولی اور اساسی اسباب کا حامل کہا جا سکتا ہے، اور اس سے واضح ہوجاتا ہے کہ اقبال مغربی علوم و فنون کے حامی ہونے کے باوجود، یورپ والوں کی معاشرتی تقلید کے اس قدر مخالف کیوں ہیں ؟ انھیں آئین افرنگ کا ملوکانہ مزاج پسند نہ تھا اور مغرب کے اخلاقی فساد کو وہ مشرق میں دخیل کرنے کے روا دار نہ تھے۔ ۱۹۲۲ء کے لگ بھگ جب اقبال نے پیام مشرق، کا دیباچہ تحریر فرمایا تو انھوں نے امریکہ کو مغربی محیط فساد سے آزاد قرار دیا تھا، اور واقعہ یہی ہے کہ اسوقت کا امریکہ ایسے ہی تھا :

''یورپ نے اپنے علمی، اخلاقی اور اقتصادی نصب العین کے خوفناک نتائج اپنی آنکھوں سے دیکھ لئے ہیں۔ لیکن افسوس کہ اس کے نکتہ رس مگر قدامت پرست مدبرین اس حیرت انگیز انقلاب کا صحیح اندازہ نہیں کر سکتے جو انسانی ضمیر میں اس وقت واقع ہو رہا ہے۔۔۔ البتہ امریکہ مغربی تہذیب کے عناصر میں ایک صحیح عنصر معلوم ہوتا ہے اور اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ

یه ملک قدیم روایات کی زنجیروں سے آزاد ہے اور اس کا اجتماعی وجدان نئے اثرات و افکار کو آسانی سے قبول کر سکتا ہے،،(۱۱)۔

امریکہ کا حقیقی چہرہ دنیا نے دوسری جنگ عظیم کے دوران دیکھا۔ اس وقت کی کیفیت یہ ہے کہ ہر قسم کی مادی ترقی کی طرح، فساد اخلاق میں بھی یہ ملک دوسروں سے آگے ہے۔ ہم جب افرنگ، یا مغرب کا ذکر کرتے ہیں تو امریکہ اس میں لازماً شامل ہوتا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ افرنگیوں کو اپنے اخلاق انحطاط کا بہت کم احساس ہو سکا ہے۔ اقبال ایک دو شعری قطعہ 'یورپ اور سوریا، میں ایک دل دوز طنز پیش کرتے ہیں اور فرماتے ہیں، کہ خاک سوریہ نے فرنگیوں کو کتنی عظیم اخلاقی تعلیمات کا حامل پیغام بر (یعنی حضرت عیسی) عطا کیا مگر انہیں اس کا کوئی پاس نہ رہا چنانچہ سر زمین شام کو بھی انھوں نے اخلاقی رزائل اور مفسدات میں مبتلا کرنے کے موجبات فراہم کردئیے ہیں۔

فرنگیوں کو عطا خاک سوریا نے کیا نبی عفت و غم خواری و کم آزاری
صلہ فرنگ سے آیا ہے سوریا کے لئے مے وقمار وہجوم زنان بازاری(۱۲)

استبداد اور ملوکیت کی شدید مخالفت :

بجلال توکہ در دل دگر آرزو ندارم بجز ایں دعاکہ بخشی بکبوتراں عقابی(۱۳)

اقبال ہر قسم کے استبداد، استحصال، آمریت اور ملوکیت کے خلاف تھے۔ جاوید نامہ کے آں سوئے افلاک، والے حصہ میں زندہ رود (اقبال کا افلاکی نام) خدائے تعالی کی صفت جمال کا پرتو پاتا ہے اور یوں گویا ہوتا ہے۔

از ملوکیت جہاں تو خراب تیرہ شب در آستیں آفتاب
آنکہ گوید لا الہ بیچارہ ایست فکرش از بے مرکزی آوارہ ایست

چار مرگ اندر پئے اودیر سیر سود خوار(۱) والی(۲) وملا(۳) و پیر(۴)

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ مسلمانوں کے زوال و انحطاط کے اسباب اقبال کے نزدیک چار ھیں۔ سرمایہ داری، ملوکیت، ملائی اور پیری، مگر دراصل ان چاروں عناصر کا عنصر واحد ملوکیت ھی ھے۔ ارمغان حجاز میں وہ مرد مسلمان سے یوں مخاطب ھوتے ھیں :

باقی نہ رھی تیری وہ آئینہ ضمیری اے کشتہ سلطانی و ملائی و پیری

اقبال نے کئی ملوک و سلاطین جیسے سلطان فتح علی ٹیپو، شہاب الدین شاھمیری کشمیری، سلطان مظفر بیگڑھ گجراتی، سلطان محمد فاتح عثمانی، نوشیروان ساسانی، امان اللہ خان، والی بھوپال عبدالحمید خان، نادر شاہ افغان، احمد شاہ ابدالی درانی، اورنگ‌زیب عالمگیر، رضاشاہ پہلوی، نپولین بونا پارٹ، محمود غزنوی اور مسولینی کی بعض خوبیوں کو سراھا ھے۔ نادرشاہ افشار پر انھوں نے تنقید بھی کی، مگر مسلمانوں کے فقہی اختلافات ختم کرنے کے سلسلہ میں اس کی کوششوں کو سراھا بھی کہ :

نادر آں دانائے رمز اتحاد با مسلمان داد پیغام وداد(۱۴)

یہ کوئی تضاد بیانی نہیں کہ اقبال مخالف ملوکیت ھونے کے باوجود بعض ملوک و سلاطین کی تعریف بھی کرتے رھے ھیں۔ ''خذ ما صفا ودع ما کدر،، کا یہ ایک زرین اسلامی اصول ھے کہ اچھے کام کی تعریف کی جائے اور برے امور سے اجتناب برتا جائے۔ اقبال ۱۹۳۲ء میں اٹلی گئے اور مسولینی نے ان سے ملاقات کی۔ اس ملاقات کے تاثر کے طور پر علامہ مرحوم نے آمر اطالیہ کی شخصیت کو سراھا، مگر اسی مسولینی نے ۱۹۳۵ء میں جب حبشہ (ایتھوپیا یا ابی‌سینیا اسی کے دوسرے نام ھیں) پر جارحانہ حملہ کیا، تو اقبال

نے اپنی اردو اور فارسی زوردار(۱۰) شاعری کے ذریعہ اس کی مذمت کرنے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا ۔ اس وقت بھی شاید دنیا میں بعض نیک سرشت بادشاہ موجود ہوں گے اور ان کی مدح سرائی کی جاسکتی ہے مگر اقبال اصولاً ملوکیت کے خلاف تھے کیونکہ اسلامی تعلیمات میں مطلق العنانیت اور آمریت کی کوئی گنجائش نہیں ہے ۔ فرماتے ہیں :

هنوز اندر جهان آدم غلام است
نظامش خام و کارش ناتمام است
غلام فقر آن گیتی پناهم
که در دینش ملوکیت حرام است
خلافت بر مقام ما گواهی است
حرام است آنچه برما پادشاهی است
ملوکیت همه مکر است و نیرنگ
خلافت حفظ ناموس الهی است

مندرجہ بالا دونوں دو بیتوں میں لفظ ''حرام،، کے استعمال سے اقبال نے صراحت کردی کہ ملوکیت قابل مصالحت نہیں ۔ اتفاق سے اقبال کا مخالف ملوکیت زیادہ کلام فارسی میں ہے اور راقم الحروف اپنے ۸ سالہ قیام ایران کی بنا پر شاہد ہے کہ اس کلام نے بھی ایران میں ایک اسلامی جمہوری انقلاب برپا کرنے میں غیر معمولی کردار ادا کیا ہے ۔ اسلامی جمہوری فکر پیش کرنے والے مصنفین میں ایران کے موجودہ وزیراعظم ڈاکٹر مہدی بازرگان کے علاوہ ڈاکٹر علی شریعتی مرحوم، آیۃ اللہ سید ابو الفضل مجتہد زنجانی، سید غلام رضا سعیدی اور فخر الدین حجازی کے نام اس وقت یاد آرہے ہیں اور

ان سب کی تصانیف(۱۶) اقبال کے حوالوں سے مملو دیکھی جا سکتی ہیں - اقبال کا معتدبہ کلام عربی میں منتقل ہوچکا اور یہ بات بارہا سننے اور پڑھنے میں آئی ہے کہ الجزائر کے مجاہدین آزادی فرانسیسیوں کے خلاف نبرد آزمائی کے دوران اقبال کے اشعار سے رجز خوانی کا کام لیتے رہے ہیں(۱۷) -

نبی اکرم حضرت محمد مصطفی ص نے ابلاغ پیغام اسلام کے سلسلے میں جو مکاتب لکھوائے، ان میں ایک مکتوب شاہنشاہ فارس خسرو پرویز ساسانی کے نام بھی تھا - ایرانی بادشاہ نے غرور سلطنت میں مکتوب نبوی ص کی بے حرمتی کی مگر وہ علی الفور اپنے کیفر کردار کو پہنچا اور اپنے بیٹے شیرویہ کے ہاتھوں قتل ہوا - کہتے ہیں اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: اذا ھلك قیصر فلا قیصر بعدہ و اذا ھلك کسری فلا کسری بعدہ - یعنی جب قیصر روم مرا تو کوئی دوسرا قیصر نہ ہوگا اور جب خسرو ایران (کسری) مرا تو دوسرا خسرو نہ آئے گا - اقبال نے اس حدیث پاک سے بارہا استناد کیا اور اسے ملوکیت کے حرام اور ممنوع ہونے کی ایک واضح دلیل بتایا ہے - نظم ''طلوع اسلام میں'' ہے -

مٹایا قیصر و کسری کے استبداد کو جس نے
وہ کیا تھا ؟ زور حیدر رض، فقر بوذر رض، صدق سلمانی رض

ایک موقع پر روح ابو جہل حرم کعبہ میں نوحہ و فغاں کر رہی ہے اور اسلام کی مخالف ملوکیت تعلیم کی دھائی دے رہی ہے -

سینہ ما از محمد داغ داغ　　از دم او کعبہ را گل شد چراغ
از ہلاک قیصر و کسری سرود　　نوجوانان راز دست ما ربود

قرآن مجید میں حضرت سلیمان اور بلقیس کے قصے میں ملوکیت و سلاطین کی

جنگجویانہ سرشت اور ان کے خوفناک نشہ قوت کی طرف اشارہ آیا ہے ۔(۱۸)
اقبال نے اس تلمیح سے بھی خوب خوب استفادہ کیا اور ملوکیت کے فساد کو واضح کیا ہے ۔:

آ بتاؤں تجھ کو رمز آیہ ''ان الملوک،،
سلطنت اقوام غالب کی ہے اک جادوگری
خواب سے بیدار ہوتا ہے ذرا محکوم اگر
پھر سلا دیتی ہے اس کو حکمراں کی ساحری
سروری زیبا فقط اس ذات بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی، باقی بتان آزری
از غلامی فطرت آزاد را رسوا مکن
تاتراشی خواجہ، از برہمن کافرتری
جادوئے محمود کی تاثیر سے چشم ایاز
دیکھتی ہے حلقہ گردن میں ساز دلبری
خون اسرائیل آجاتا ہے آخر جوش میں
توڑ دیتا ہے کوئی موسی طلسم سامری
رایت حق از ملوک آمد نگون
قریہ ھا از دخل شان خرار و زبون
آب و نان ماست از یک مائدہ
دودہ آدم کنفس واحدہ، (۱۹)

ملوکیت کے معائب :

اقبال نے ملوکیت اور استبداد کی بے دلیل مخالفت نہیں کی ۔ کئی موارد

میں انھوں نے ملوکیت اور آمریت کے معائب بھی گنوائے ہیں کہ

ع ہوائے بزم سلاطین دلیل مردہ دلی (۲۰)

ایک عیب تو بے حد بدیہی ہے کہ ملوکیت، بندہ و آقا اور ظالم اور مظلوم میں ''دست بالا،، کی حامی ہے اور اس کے ذریعے انسانی معاشرے کی ناہمواریوں میں اضافے ہوتے رہے ہیں:

تمیز بندہ و آقا فساد آدمیت ہے
حذر اے چیرہ دستاں! سخت ہیں فطرت کی تعزیریں
ابھی تک آدمی صید زبوں شہر یاری ہے
قیامت ہے کہ انساں نوع انساں کا شکاری ہے(۲۱)
خلق خدا کی گھات میں رند و فقیہہ، میر و پیر
تیرے جہاں میں ہے وہی گردش صبح و شام ابھی
تیرے امیر مال مست، تیرے فقیر حال مست
بندہ ہے کوچہ گرد ابھی، خواجہ بلند بام ابھی(۲۲)
شیاطین ملوکیت کی آنکھوں میں ہے وہ جادو
کہ خود نخچیر کے دل میں ہو پیدا ذوق نخچیری(۲۳)

ملوک و سلاطین در اصل اکاس بیلوں کی طرح کے طفیلی لوگ ہیں جن کے اور ان کے شاہی خاندان کے اخراجات کے بوجھ تلے ملت خواہ مخواہ دبی رہتی ہے انوری ابیوردی (م تقریباً ۵۸۴ھ - ۱۱۹۱ء) نے اس حقیقت کو ذیل کے فارسی قطعے میں بیان کیا ہے:

آن شنیدستی کہ روزے زیر کے با ابلہے
گفت کاین والی شہر ما گدائے بے حیاست

گفت چون باشد گدا ان کز کلاهش تکمه ای
صد چو مارا روز ها بل سالها برگ و نواست
گفتش اے مسکین غلط اینک از ین جاکرده ای
آن همه برگ و نوا دانی که آنها از کجاست ؟
در و مروارید طوقش اشک طفلان منست
لعل و یاقوت ستامش، خون ایتام شماست
او که تا آب سبو پیوسته از ماخو استست
گز بجوئی تا بمغز استخوانش از نان ماست
خواستن گدیه است خواهی عشر خوان خواهی خراج
زانکه گرده نام باشد یک حقیقت را، رواست
چون گدائی چیز دیگر نیست جز خواهندگی
هر که خواهدگر سلیمان است و گر قارون، گداست(۳۲)

اقبال کو منقوله فوق قطعه اس قدر پسند آیا که ’گدائی، کے عنوان سے انهوں نے اسے اردو شعر میں منتقل کر دیا :

میکدے میں ایک دن اک رند زیرک نے کہا
هے همارے شہر کا والی گدائے بے حیا
تاج پہنایا هے کس کی بے کلاهی نے اسے ؟
کس کی عریانی نے بخشی هے اسے زریں قبا ؟
اس کے آب لاله گوں کی خون دهقاں سے کشید
تیرے میرے کھیت کی مٹی هے اس کی کیمیا
اس کے نعمت خانه کی هر چیز هے مانگی هوئی

دینے والا کون ہے؟ مرد غریب و بے نوا
مانگنے والا گدا ہے، صدقہ مانگے یا خراج
کوئی مانے یا نہ مانے میر و سلطاں سب گدا(۲۰)

''جاوید نامہ،، کے ''فلک عطارد،، میں وہ ملوکیت کے اسی پہلو کو اس طرح اجاگر کرتے ہیں :

هم ملوکیت بدن را فربهی است	سینه بے نور او از دل تهی است
مثل زنبورے که برگل می چرد	برگ را بگذارد و شهدش برد
شاخ و برگ و رنگ و بوئے گل همان	برجمالش نالہ بلبل همان
از طلسم و رنگ و بوئے او گذر	ترک صورت گوے و درمعنی نگر
مرگ باطن گرچه دیدن مشکل است	گل مخوان اورا که در معنی گل است

اس سیاق میں ''اشتراکیت و ملوکیت،، کے موازنے میں وہ ملوکیت کے یہ عیب بتاتے ہیں کہ وہ بھی اشتراکیت کی طرح آدم کش ہے اور علم و فن اور دین کو وہ آزادانہ پنپنے کا موقع نہیں دیتی ہے ۔

هر دورا جان ناصبور و ناشکیب	هر دو یزدان ناشناس آدم فریب
زندگی ایں را خروج آں را خراج	درمیان ایں دوسنگ آدم زجاج
ایں به علم و دیں و فن آرد شکست	آں برد جان راز تن نان رازدست
زنـدگی سوختن با ساختن	در گلے تخم دلے انداختن

یعنی اشتراکیت اور ملوکیت دونوں میں چھچھوراپن اور جلد بازی کار فرما ہے ۔ دونوں خدا سے ناآشنا اور انسان کو دھوکا دینے والے طریقے ہیں ۔ انسانی زندگی کا احترام دونوں کو ملحوظ نہیں ۔ ان دونوں پتھروں کے درمیان

انسان شیشے کی طرح چکنا چور ہو رہے ہیں۔ ملوکیت علوم و فنون اور دینی افکار کو شکست سے دو چار کرتی ہے جبکہ اشتراکیت جسم کو بے روح اور ہاتھ کو بے نان بناتی ہے حالانکہ زندگی سوز و ساز اور آب و گل کے قالب میں دل تولید کرنے کا نام ہے اور بھر پور زندگی ایسی ہی ہوتی ہے۔

یہاں ہمیں اشتراکیت سے قطع نظر صرف ملوکیت سے واسطہ ہے۔ ملوک ادنی تاسل کے بغیر زندگی اور موت اور دیگر اہم امور کے فیصلے کرتے رہے۔ علوم و فنون اور دین و ایمان بڑی حد تک ملوکانہ آمریت کے تابع رہے ہیں۔ دور ملوکیت کی کتابوں کے دیباچے دیکھیں اور شاعروں کے قصیدے پڑھیں تو علامہ مرحوم کی بات سمجھ میں آسکتی ہے۔ بیچارے علماء و دانشمندوں کی اکثریت بھی ملوک و سلاطین کے اعمال کا دینی جواز کی تلاش میں مشغول رہی ہے۔ علامہ شبلی نے ۱۸۹۲ء میں کچھ عرصہ سلطنت عثمانیہ کے پایہ تخت قسطنطنیہ (استنبول) میں گذارا تھا۔ یہ خلیفہ عثمانی سلطان عبدالحمید خان ثانی کا دور تھا۔ شبلی نے اپنے ''سفرنامہ روم و مصر و شام'' میں ایک جگہ لکھا ہے کہ سلطنت عثمانیہ کے پریس مشہور حدیث ''الائمة من القریش'' (ائمہ اور خلفاء قریش میں سے ہوں) کو اس لئے حذف کر دیتے تھے کہ اس کا مفاد عثمانیوں کے خلاف جاتا ہے(۲۶) اس ایک مثال سے دین کے بارے میں ملوکانہ نقطہ نظر واضح ہوجاتا ہے۔ لیکن یہ یک دلچسپ لطیفہ ہے کہ گولکنڈہ کے ''گورستان شاہی'' کو دیکھ کر اپنی اس عبرت انگیز نظم میں جب اقبال نے یہ کہا کہ:

دل ہمارا یاد عہد رفتہ سے خالی نہیں
اپنے شاہوں کو یہ امت بھولنے والی نہیں(۲۷)

تو مولانا محمد علی جوہر مرحوم (م ۱۹۳۱ء) نے اسے اقبال کی سلاطین دوستی پر محمول (۲۸) کیا تھا حقیقتاً اقبال ملوک پسند نہے مگر ان کے مدح سرا نہ تھے۔ اور اب تو بقول اقبال شاہوں اور امیروں سے روئے زمین پر ہر کہیں بیزاری پائی جاتی ہے۔

زمانے کے انداز بدلے گئے نیا راگ ہے ساز بدلے گئے
ہوا اس قدر فاش راز فرنگ کہ حیرت میں ہےشیشہ باز فرنگ
پرانی سیاست گری خوار ہے زمیں میر و سلطاں سے بیزار ہے
گیا دور سرمایہ داری گیا تماشا دکھا کر مداری گیا

استبداد کے خاتمے کی دعوت :

اقبال ایک شاعر انقلاب ہیں اور انہوں نے کئی مواقف میں استبداد اور آمریت کو ختم کرنے کی خاطر لوگوں کو دعوت عمل دی ہے۔ ''جاوید نامہ،، میں ''ندائے جمال،، کی زبانی فرماتے ہیں :

ہر کہ اورا لذت تخلیق نیست پیش ما جز کافر و زندیق نیست
در شکن آں را کہ ناید سازگار از ضمیر خود دگر عالم بیاد
بندہ آزاد را آید گراں زیستن اندر جہان دیگراں
از جمال ما نصیب خود نبرد از تخیل زندگانی بر نخورد
مرد حق برندہ چو شمشیر باش خود جہاں خویش را تقدیر باش

''پیام مشرق،، میں ایسی کئی نظمیں ہیں جن میں استبدادی نظام کے خاتمے کی دعوت ہے اور بعض مستبد اور جابر حکومتوں کے خاتمے پر مسرت و اطمنان کا ظہار بھی۔ ''نقش فرنگ،، کے ایک بند میں ہے :

افسر پادشہی رفت و بہ یغمائی رفت نئے اسکندری و نغمہ دارائی رفت

کوهکن تیشه بدست آمد و پرویزی جواست   عشرت خواجگی ومحنت لالائی رفت

یوسفی را ز اسیری به عزیزی بردند   همه افسانه و افسون زلیخائی رفت

راز هائے که نهاں بود بیاد افتاد   آن سخن سازی وآن نجمن آرائی رفت

''صحبت رفتگان در عالم بالا،، ایک دلچسپ ڈرامہ ہے جس میں حکیم ٹالسٹائے، کارل مارکس، جرمن جدلیاتی فلسفی ھیگل، ایران کے ساسانی دور میں اشتراکیوں کے سے خیال ظاھر کرنے والا مفکر مزدک اور فرھاد کوھکن کی ارواح محو گفتگو ھیں ۔ اس گفتگو میں ملوکیت، سرمایہ داری اور ان نظاموں کے آلہ ھائے کار ھدف تنقید بنے ھوئے ھیں ۔ روسی مصلح ٹالسٹائے کی زبانی فوجوں کی حمایت ملوک اور عوام سے نبرد آزمائی کو اقبال تین شعروں میں اس خوبی اسے بیان کر رھے ھیں کہ گویا وہ بعض معاصر حوادث کو دیکھ رھے تھے ۔ ''دانائے راز،، ھونے کے تقاضے یہی ھیں :-

بارکش اھر من لشکری شہر یار
از پے نان جویں تیغ ستم بر کشید

زشت به چشمش نکوست مغز نداند زپوست
مردک بیگانه دوست سینه خویشان درید

داروئے بیهوش است تاج، کلیسا، وطن
جان خدا داد را خواجه بجائے خرید

یعنی شاھی سپاھی شیطان کے ھاتھ کی کٹ پتلی ھے جو جو کی روٹی (معمولی راشن اور راتبہ) کے لئے ظلم کی تلوار کھینچ لیتا ھے ۔ اس کی نظر میں

33635

برائی (حمایت ملوکیت) بھلائی ہے - یہ بے وفا اپنے عزیزوں کے بھی پیٹ چیر دیتا ہے - تاج، کلیسا(۲۹) اور وطن بےہوشی کی دوائیاں ہیں جن سے بادشاہ استفادہ کرتے ہیں - وہ پیسے دے کر سپاہیوں کی خداداد جان بھی خرید لیتے ہیں - اس مکالمے کا ایک عجیب حصہ یہ بھی ہے کہ مزدک، کوھکن کو ایران کی پرویزیت (ملوکیت) سے انتقام لینے کے لئے اکساتے دکھائی دیتا ہے :

دانه ایران زکشت زار و قیصر برد سید
مرگ نوبی رقصد اندر قصر سلطان و سیر
مدتے در آتش نمرود سی سوزد خلیل
تا تہی گردد حریمش ز خداوندان پیر
دور پرویز گذشت ای کشته پرویز، خیز
نعمت گم گشته خود راز خسرو بازگیر

اس ضمن میں اگسٹس کونٹ فرانسیسوی و مرد مزدور، محاورہ لینن و قیصر ولیم، قسمت نامه سرمایه دار و مزدوز اور نوائے مزدور کے عنوانات والی نظمیں بھی ہیں - نوائے مزدور انوری ابیوردی کے اس قطعے سے مشابہ ہے جسے اقبال نے اردو میں ترجمه کیا ہے پہلے تین شعر یوں ہیں -

زمزد بنده کر پاس پوش و محنت کش
نصیب خواجه نا کرده کار، رخت حریر
زخوے(۳۰) فشانی من لعل خاتم والی
ز اشک کودک من گوهر ستام امیر
زخون من چو زلو(۳۱) فربہی کلیسا را
بزور بازوئے من دست سلطنت همه گیر

اس کتاب کی ایک دوبیتی میں اقبال یہ فلسفہ پیش کرتے ھیں کہ سلاطین و سلوک و آمرین اپنی ذات کی تشہیر کی خاطر جس قدر پروپیگنڈہ کرتے رھیں، حقیقت میں ان کی ملت اور قوم ان کی ذات سے اھم تر ھے اس لئے باھمی راوبط میں قوموں کو نظر میں رکھنا چاھئے، بادشاھوں اور حکمرانوں کو نہیں ۔ یہ دوبیتی ایک نکتہ سمجھاتے ھوئے ایک بار اقبال نے پنجاب لیجسلیٹیو(۳۲) اسمبلی میں بھی دوران تقریر پڑھی تھی :

سکندر رفت و شمشیر و علم رفت　　خراج شہر و گنج کان و یم رفت
امم را از شہاں پائندہ تر دان　　نمی بینی کہ ایران ماند و جم رفت ؟

اقبال کو مسلمانوں سے یہ بجا شکایت تھی کہ انھوں نے اسلامی تعلیمات کے علی الرغم سلوکیتیں اور پیشوائتیں قائم کر رکھی ھیں ۔ ایشیا کے حوالے سے فرماتے ھیں :

آسیا آن مرزوبوم آفتاب　　غیر بیں، از خویشتن اندر حجاب
صید ملایان و نخچیر ملوک　　آھوئے اندیشہ او لنگ و لوک

اس سلسلے میں انھیں عرب مسلمانوں سے بھی کم شکایت نہیں ھے۔ ''ارمغان حجاز'' کے حصہ حضور رسالت مآب ص میں فرماتے ھیں :

ملوکیت سراپا شیشہ بازی است　　از و ایمن نہ رومی نہ حجازی است
حضور تو غم یاران بگویم　　بامیدے کہ وقت دل نوازی است
بجلوت نے نوازی ھائے من بین　　بخلوت خود گذاری ھائے من است
گرفتم نکتہ فقر از نیاکان　　ز سلطان بے نیازی ھائے من بین

خود عربوں سے مخاطب ھوکر کہتے ھیں :

عرب خود را، بنور مصطفے سوخت　　چراغ مردہ مشرق بر افروخت

ولیکن آن خلافت راہ گم کرد   کہ اول سومنان را شاهی آموخت

مثنوی ''پس چه باید کرد،، کا عنوان ''حرفے چند با امت عربیه،، اسی ضمن میں ہے کہ عرب استعمار و استبداد سے پرہیز رکھیں اور آزادی و حریت کا حصول کر کے اپنی صفوں میں اتحاد قائم کریں ۔ خوش قسمتی سے اقبال کا اکثر کلام عربی میں منتقل ہو چکا اور اب مخاطبین شاعر مشرق کی ان نصائح کو حرز جاں بنانے لگے ہیں۔

اے در و دشت تو باقی تا ابد   نعرۂ لاقیصری و کسری، کہ زد ؟
در جہان نزد و دور و دیر و زود   اولین خوانندۂ قرآن کہ بود ؟
رمز الا الله کرا آموختند   این چراغ اول کجا افروختند
علم و حکمت ریزه از خوان کیست ؟   آیه 'فاصبحتم، اندرشان کیست(۳۳)
از دم سیراب آن امی لقب   لاله است از ریگ صحرائے عرب
حریت پرورده آغوش اوست   یعنی امروز امم از دوش اوست
او دلے در پیکر آدم نهاد   او نقاب از طلعت آدم کشاد
هر خداوند کهن را او شکست   هر کهن شاخ از نم او غنچه بست
کار خود را استان بردند پیش   تو ندانی قیمت صحرائے خویش
امتے بودی امم گردیده   بزم خود را خود زهم پاشیده
عصر خود را بنگر اے صاحب نظر   در بدن باز آفرین روح عمرؓ
مرد صحرا پخته تر کن خام را   بر عیار خود بزن ایام را

ملوکیت سے اقبال کی ذاتی نفرت کی نمائندہ یہ دو بیتی کہی جا سکتی ہے :

فقیرم ساز و سامانم نگاہ است   بچشم کوہ یاران برگ کاہ است

زمن گیر این که زاغ دخمه بهتر   ازآن بازے که دست آموز شاھے است

ترجمه : میں ایک درویش ھوں اور میرا سرو سامان نگاہ ھے۔ دوستوں کے پہاڑ رایسے سال و متاع کے انبار) میری نظر میں گھاس کے تنکوں کے سے ھیں۔ سنو که میری نظر میں کسی بادشاہ کے ھاتھوں پلنے والے باز سے وہ کوا بہتر ھے جو پارسیوں کے مرگھٹ میں (آزادانه مردار خواری میں مصروف) ھے۔

اقبال فرماتے ھیں که تہذیب حاضر ملوکانه استبداد کو نئے تحفظات فراھم کر رھی ھے۔

گرمی ہنگامه جمہور دید   پرده بر روے ملوکیت کشید

سلطنت را جامع اقوام گفت   کار خود را پخته کرد و خام گفت(۳۴)

مگر وحی الہی کی رو سے، جس کی آخری مکمل اور محفوظ صورت قرآن مجید ھے، ملوکانه استبداد کا کوئی جواز نہیں :

تا نبوت حکم حق جاری کند   پشت پا بر حکم سلطان می زند

در نگاهش قصر سلطان کہنه دیر   غیرت او برنتابد حکم غیر(۳۰)

عادل اندر صلح وهم اندر مصاف   وصل و فصلش لایراعی لایخاف

غیر حق چون ناهی و آمر شود   زورور بر ناتوان قاهر شود

زیر گردون آمری از قاهری است   آمری از ما سوا الله کافری است

حاصل آئین و دستور ملوک ؟   ده خدایان فربه و دهقان چو دوک

آپ نے ملاحظه فرمایا که اقبال کے نزدیک ملوکانه استبداد، زورداروں کا محافظ ھے اور کمزوروں کا استحصال کرنا اس نظام کا خاصه ھے۔ مثنوی ''پس چه باید کرد،، میں علامه مغفور نے اسلام کے پسندیدہ شورائی جمہوری نظام

کو ''حکمت ارباب دین،، اور ''حکمت کلیمی،، کی تراکیب سے واضح کیا ہے اور اس نظام کے مخالف وطیرے کو انھوں نے ''حکمت ارباب کین،، اور ''حکمت فرعونی،، سے تعبیر کیا ہے۔ سید جمال الدین افغانی مرحوم و مغفور (م ۱۸۹۷ء) کی زبانی اقبال جہاں قرآنی کی یہ تصویر پیش کرتے ہیں:

عالمے در سینہ ماگم ہنوز عالمے در انتظار قم ہنوز
عالمے بے امتیاز خون و رنگ شام او روشن تر از صبح فرنگ
عالمے پاک از سلاطین و عبید چوں دل سومن کرانش ناپدید
عالمے رعنا کہ فیض یک نظر تخم او افگند در جان عمرؓ
لایزال و دار دانش نو بنو برگ و بار محکمانش نو بنو(۳۶)
باطن او از تغیر بے غمے ظاہر او انقلاب ہر دمے

فقر غیور اور ملوکیت:

اقبال غالباً پہلے شاعر ہیں جنھوں نے حقیقی اسلامی فقر و تصوف کا ملوکیت و سلطانی سے موازنہ کیا اور مقدم الذکر کی برتری کے دلائل پیش کئے ہیں۔ ان کے نزدیک حقیقی فقیر و درویش اور مرد سومن میں کوئی مغائرت نہیں اور بادشاہ و امیر اس عظیم مرتبے کے حاسل نہیں ہو سکتے۔

چہ عجب اگر دو سلطان بولایتے نگنجند
عجب اینکہ می نگنجد بدو عالمے فقیرے(۳۷)

اپنے رازق کو نہ پہچانے تو محتاج ملوک
اور پہچانے تو تیرے گدا دارا و جم!

نگاہ فقر میں شان سکندری کیا ہے؟
خراج کی جو گدا ہو وہ قیصری کیا ہے؟

یقین پیدا کر اے ناداں، یقین سے ہاتھ آتی ہے
وہ درویشی کہ جس کے سامنے جھکتی ہے فغفوری

گو فقر بھی رکھتا ہے انداز ملوکانہ
نا پختہ ہے درویش بے سلطنت پرویز(۳۸)

دربار شہنشہی سے خوشتر مردان خدا کا آستانہ

آن بہ نگاہ می کشد، این بہ سپاہ می کشد
آن ہمہ صلح و آشتی ، این ہمہ جنگ و داوری

ہر دو جہاں کشاستند ، ہر دو دوام خواستند
ایں بدلیل قاھری ، آن بدلیل دلبری(۴۰)

فقر خیبر گیر با نان شعیر　　بستۂ فتراک او سلطان و میر
با سلاطین در فتد مرد فقیر　　از شکوہ بوریا لرزد حریر
قلب اور قوت از جذب و سلوک　　پیش سلطان نعرہ او لا ملوک

نہیں فقر و سلطنت میں کوئی امتیاز ایسا
یہ سپاہ کی تیغ بازی وہ نگہ کی تیغ بازی

مختلف تصانیف اقبال کے منقولہ بالا اشعار مظہر ھیں کہ اقبال کے نزدیک اکثر درویش لوگوں کے دلوں پر حکمرانی کرتے ھیں جبکہ اس مرتبے کے بادشاہ خال و شاذ کے بمصداق ھیں۔ اکثر بادشاھوں اور مستبد حکمرانوں کا خاصہ غرور و نخوت ہے اور تیمور یا چنگیز ایسے فصاد ایک دن ان کی فصد

کھولتے اور اس غرور کا علاج کرتے ہیں۔

کرتی ہے ملوکیت آثار جنوں پیدا
اللہ کے نشتر ہیں تیمور ہو یا چنگیز(۴۲)

حالیہ چند سالوں میں ملوک و مستبد حکام نے دینی قویٰ کے مجتمع ہونے کے نتائج دیکھ لئے۔ اقبال اس قسم کے حیات افزا دین کے مؤید تھے۔

اصل دیں ایں است اگر اے بے خبر
می شود محتاج از و محتاج تر

و اے آن دینے که خواب آرد تیرا
باز در خواب گراں دارد ترا(۴۳)

گر صاحب ہنگامہ نہ ہو منبر و محراب
دین بندہ مومن کے لئے موت ہے یا خواب

اے وادی لولاب(۴۴)

اقبال کے نزدیک نظام اسلام کی بہت سی مہتم بالشان خصوصیات ہیں، مگر ایک اہم خصوصیت یہی ہے کہ اس دین میں ملوکیت کے لئے کوئی مراعات متعین نہیں کی جا سکتیں بلکہ اس نظام کی نفی کلی اسلام کا خاصہ ہے:

موت کا پیغام ہر نوع غلامی کے لئے
نے کوئی فغفور و خاقان، نے فقیر رہ نشیں

کرتا ہے دولت کو ہر آلودگی سے پاک و صاف
منعموں کو مال و دولت کا بناتا ہے امیں

اس سے بڑھ کر اور کیا فکر و عمل کا انقلاب
پادشاہوں کی نہیں، اللہ کی ہے یہ زمین(۴۵)

مگر عصر اقبال میں کم از کم ابلیس خوش تھا کہ اسلامی نظام کے اپنانے کو مسلمانوں نے یکسر ترک کر رکھا ہے :

جانتا ہوں میں یہ امت حامل قرآن نہیں
ہے وہی سرمایہ داری بندہ مومن کا دیں
جانتا ہوں کہ میں مشرق کی اندھیری رات میں
بے ید بیضا ہے پیران حرم کی آستیں(۴۶)

علامہ فرماتے ہیں کہ ملوکانہ استبداد کا دیر یا سویر خود فطرت بھی ازالہ کرتی ہے کیونکہ آخر کار خالق کائنات ہی مظلوموں کی دادرسی فرماتا ہے مگر سعی و کوشش شرط ہے:

ضربت پیہم سے ہوجاتا ہے آخر پاش پاش
حاکمیت کا بت سنگین دل و آئینہ رو

تو عیار کم عیاران، تو قرار بے قراران
تو دوائے دل فگاران مگر اینکہ دیریابی

سینۂ افلاک سے اٹھتی ہے آہ سوز ناک
مرد حق ہوتا ہے جب مرعوب سلطان و امیر

کہہ رہا ہے داستاں بیدروں ایام کی
کوہ کے دامن میں وہ غم خانہ دھقان پیر(۴۷)

ملوکانہ اور آمرانہ استبداد کے بارے میں اقبال کا ایک شاہ بیت ملاحظہ ہو:

شرع ملوکانہ میں جدت احکام دیکھ
صور کو غوغا حلال، حشر کی لذت حرام(۴۸)

کیا ہر ملوکانہ، آمرانہ اور مستبدانہ حکومت پر یہ شعر صادق نہیں آتا ؟۔ ایسے تمام معاشروں میں ''صور آزادی،، کا نام نہاد غوغا بلند رہتا ہے مگر غلامی و ظلم کا مارا ہوا کوئی مردہ کبھی وہاں زندہ ہونے اور لذت حشر سے بہرہ مند ہوتے نہیں دیکھا گیا۔

ایک جامع تبصرہ :

میرے خیال میں ملوکیت کے مضرات اور دین اسلام کے اہم مختصات کے بارے میں اقبال کا جامع تبصرہ ان کے فارسی شاہکار ''جاوید نامہ،، کے '' فلک عطارد ،، میں ہے۔،، پیغام سید جمال الدین افغانی بہ ملت روسیہ اس کا عنوان ہے، مگر راقم الحروف چند وہی اشعار نقل کرے گا جو موجودہ مقالے سے جوڑ کھاتے ہیں :

منزل مقصود قرآن دیگر است — رسم و آئین مسلمان دیگر است
در دل او آتش سوزند نیست — مصطفیٰؐ در سینہ او زندہ نیست
بندہ سومن نہ قرآن بر نخورد — در ایاغ او نہ سے دیدم نہ درد
تا نہال سلطنت قوت گرفت — دین او نقش از ملوکیت گرفت
از ملوکیت نگہ گردد دگر — عقل و ہوش و رسم ورہ گردد دگر
باسیہ فامان ید بیضا کہ داد ؟ — مژدہ لا قیصر و کسری کہ داد ؟
گرز مکر غربیان باشی خبیر — رو بہی بگذار و شیری پیشہ گر

چیست روباهی؟ تلاش سازو برگ
''شیر مولا جوید آزادی و مرگ،، (رومی) (۴۹)

جز بقرآن ضیغمی روباهی است		فقر قرآن اصل شاهنشاهی است
چیست قرآن؟ خواجه را پیغام مرگ		دستگیر بندہ بے ساز و برگ
هیچ خیر از مردک زرکش مجو		''لن تنالوا البر حتی تنفقوا،،(۵۰)
از ربا آخر چه می زاید؟ فتن		کس نداند لذت قرض حسن

از ربا جان تیره دل چون خشت و سنگ
آدمی درنده بے دندان و چنگ
رزق خود را از زمین بردن رواست
این ''متاع،، ، بنده و ملک خداست(۵۱)
بندہ مومن امین، حق مالک است
غیر حق هر شے که بینی ''هالک،، است(۵۲)

نقش قرآن تا درین عالم نشست		نقشهائے کاهن و پاپا شکست

با مسلمان گفت جان بر کف بنه(۵۳)
هر چه از حاجت فزون داری بده(۵۴)

آفریدی شرع و آئینے دگر		اند کے بانور قرآنش نگر
محفل ما بے مے و بے ساقی است		ساز قرآن را نواها باقی است
زخمه، ما بے اثر افتد اگر		آسمان دارد هزاران زخمه ور
ذکر حق از امتان آمد غنی		از زمان و از مکان آمد غنی

ذکرِ حق از ذکر هر ذاکر جداست　　احتیاج روم و شام او را کجاست؟
حق اگر از پیش ما بردارد دش　　پیش قومے دیگرے بگذارد دش
از مسلماں دیده ام تقلید وطن　　هر زماں جانم بلرزد در بدن
ترسم از روزے که محرومش کنند　　آتش خود بر دل دیگر زنند

اشعار کی ترجمانی :

''قرآن مجید کی تعلیمات اور هیں اور مسلمانوں کے طور طریقے اور۔ مسلمانوں کے دل تپش دین اور حب رسولؐ سے خالی هیں۔ اس نام نهاد مومن نے قرآن مجید سے استفادہ نہ کیا لہذا اس کے جام میں دین کی شراب هے نه اس کی تلچھٹ اس نے قیصر و کسری کا طلسم توڑ کر ملوکیت کے خاتمے کا اعلان کیا مگر پھر خود تخت ملوکیت پر براجمان هونے لگا۔ سلطنت کے نہال نے جب برگ و بر نکالے، تو دین سلام ملوکیت سے نقش پذیر هونے لگا۔ ملوکیت سے نقطهٔ نظر عقل و دانش اور آداب و رسوم سب بدل کے رہ جاتے هیں سیاہ فام حبشیوں کو مساوات کا ید بیضا کس نے عطا کیا اور کسری و قیصر کے سلسلے کے خاتمے کی بشارت کس نے دی تھی ؟ یقیناً اسلام نے۔ روسیو تمهیں اگر افرنگیوں کی چالوں کی خبر هو تو لومڑی کا وطیرہ ترک کرو اور شیر کا شعار اختیار کرو۔ لومڑی کا وطیرہ (بزدلی اور مکاری) مادیت سکھاتا هے جب که شیر کو آزادانه موت سے بھی بے باکی هوتی هے۔ قرآن مجید کے راستے کے ماسوا شیر کا شعار بھی لومڑی کا وطیرہ هے۔ حقیقی شاهنشاهی اور بے نیازی قرآن مجید کے سکھائے هوئے فقر و درویشی میں مضمر هے۔ قرآن مجید کا پیغام کیا هے؟ آقائیت کا استیصال اور بے کسوں کی استعانت کرنا۔ قرآن مجید کی رو سے

ہوس دولت والے شخص سے کسی بہتری کی توقع نہیں رکھی جا سکتی کیونکہ نص قرآنی ہے کہ ''تم جب تک اپنی پسندیدہ اشیاء راہ خدا میں خرچ نہ کرو، رضائے خداوندی اور نیکی حاصل نہیں کر سکتے،، ۔ سود خواری سے فتنے پیدا ہوتے ہیں ۔ کاش لوگ قرض حسنہ کی لذت سے روشناس ہوتے۔ سود سے روح تاریک اور دل پتھر اینٹ کی طرح سخت ہوجاتے ہیں ۔ سود، انسان کو حیوانوں کے دانت اور پنجے نہ رکھنے کے باوجود درندہ بنادیتا ہے ۔ زمین، ملکیت جمانے کے لئے نہیں رزق پیدا کرنے کے لئے ہے ۔ یہ اللہ کی ملک ہے مگر انسانوں کے لئے ''متاع،، بتائی گئی ہے ۔ مومن مال و دولت کا امین ہوتا ہے، مگر مالک حقیقی وہ خدا ہے جس کے سوا ہر چیز ہالک اور فانی ہے ۔ جب سے دنیا میں قرآن مجید کا نقش جما، کاہنوں اور مذہبی پیشواؤں کے نقوش مٹ گئے ۔ اس کتاب نے اپنے ماننے والوں سے کہا کہ جہاد و قتال کے لئے آمادہ رہیں (جانی قربانی) اور اپنی احتیجات سے فاضل چیزیں دوسروں کو دے دیا کریں (مالی قربانی) ۔ روسیو ! تم نے نیا اشتراکی نظام قائم کیا، مگر اسے قرآن مجید کی روشنی میں پرکھ تو لیتے۔ ہم مسلمانوں کی محفل میں شراب ہے نہ ساقی۔ قرآن مجید کے ساز کی نوائیں البتہ باقی ہیں اور یہ نوائیں ابدی ہیں ۔ ہمارے زخمے سے اگر یہ ساز صدا نہ دے، تو آسمان کے پاس لاکھوں دوسرے زخمہ زن موجود ہیں ۔ اللہ کا ذکر مخصوص استوں اور زمان و مکان کی قید سے بے نیاز ہے ۔ پیغام حق کے ابلاغ کی خاطر افراد کے کسی خاص گروہ مثلاً رومیوں یا شامیوں کی ضرورت نہیں ۔ اللہ تعالی اگر ہمیں قرآن مجید کے پیغام کا اهل نہ جانے تو وہ یہ کام کسی دوسری مومن ملت سے لےلے گا۔ موجودہ مسلمانوں میں سے مجھے بے یقینی اور دوسروں کی تقلید کرنے کا رجحان ہی نظر آتا ہے اور اس سے میری روح بدن میں مرتش ہے کہ کہیں یہ ملت قرآن مجید سے محروم نہ کردی جائے اور دست قدرت

کسی دوسری ملت کو تپش دین عطا کردے،،۔

اقبال اگر آج حیات ہوتے تو ہمارے ہاں اسلامی نظام کے نفاذ اور قومی زبان اردو سے اعتنا برتنے نیز اپنے قومی تشخص کو برقرار رکھنے کی دیگر مساعی پر وہ یقیناً خرسند ہوتے، مگر ان امور، خصوصاً نظام اسلام، کے فقدان پر وہ یقیناً وہ وعیدیں ہمیں بار بار دلاتے جو ''تقدیر امم،، کے ضمن(۵۵) میں قرآن مجید میں آئی ہیں۔ ''ارمغان حجاز،، میں تغیر ملت کے لئے انھوں نے اس سیاق میں فرمایا تھا:

مسلمان فاقه مست وژنده پوش است　　ز کارش جبرئیل اندر خروش است
بیا نقش دگر ملت بریزیم　　که این ملت جهان را بار دوش است
دگر ملت که کارے پیش گیرد　　دگر ملت که نوش از نیش گیرد
نگردد با یکے عالم رضا مند　　دوعالم را به دوش خویش گیرد
دگر قومے که ذکر لا الٰهش　　بر آرد از دل شب صبحگاهش
شناسد منزلش را آفتابے　　که ریگ کهکشاں رو بد ز راهش
کشودم پرده را از روئے تقدیر　　مشو نو مید و راه مصطفیٰ گیر
اگر باور نداری آنچه گفتم　　ز دین بگریز و مرگ کافرے میر

خلاصہ بحث یہ ہے کہ استبداد اور ملوکیت کے خلاف اقبال کا فکری جہاد ایک پرزور صدائے انقلاب ہے کہ

خواجه از خون رگ مزدور سازد لعل ناب
از جفائے ده خدایان کشت دهقانان خراب

انقلاب انقلاب اے انقلاب

میروسلطان نرد باز و باز و کعبتیں شان دغل

جان محکوسان زتن بردند و محکوسان بخواب

انقلاب انقلاب اے انقلاب

با ضعیفاں گاہ نیروئے پلنگاں سی دھند

شعلہ شاید بروں آید ز فانوس حیات

انقلاب انقلاب اے انقلاب

حاشیہ اور وضاحتیں

۱ - دیکھیں ایڈورڈ ہشتم کی معزولی پر خود اقبال کا تبصرہ :

هو مبارک اس شہنشاہ نکو فر جام کو

جس کی قربانی سے اسرار ملوکیت هیں فاش

'شاہ' ہے برطانوی مندر میں اک مٹی کا بت

جس کو کرسکتے هیں جب چاهیں پجاری پاش پاش

ہے یہ مشک آمیز افیوں هم غلاموں کے لئے

ساحر انگلیس ! مارا خواجہ دیگر تراش

قطعہ ''معزول شہنشاہ'' ارمغان حجاز، کلیات اقبال اردو، شائع کردہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاهور ۱۹۷۳ء صفحہ ۶۶۴ -

۲ - ابلیس کی مجلس شوری، ارمغان حجاز، کلیات اقبال اردو صفحہ ۶۵۰، ۶۵۱

۳ - ایضاً

۴ - زبور عجم، کلیات اقبال فارسی شائع کردہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۷۳ء صفحہ ۴۷۵

۵ - بال جبریل، کلیات اقبال اردو صفحہ ۳۳۲

۶ - ضرب کلیم، کلیات اقبال اردو صفحہ ۶۱۳ میں ہے :

یورپ کی غلامی پہ رضا مند ہوا تو
مجھ کو تو گلا تجھ سے ہے، یورپ سے نہیں ہے

۷ بانگ درا ، کلیات اقبال اردو صفحہ ۲۶۱، ۲۷۴

۸ - زبور عجم، کلیات اقبال، فارسی صفحہ ۵۲۱

۹ - ارمغان حجاز، ایضاً صفحہ ۱۰۲۱

۱۰ - مثنوی پس چه باید کرد، ایضاً صفحه ۸۳۹ ، ۸۴۰

۱۱ - پیام مشرق، ایضاً صفحہ ۱۸۲

۱۲ - ضرب کلیم، کلیات اقبال اردو صفحہ ۶۱۱

۱۳ - زبور عجم، کلیات اقبال، فارسی صفحہ ۴۴۳

۱۴ - جاوید نامه، ایضاً صفحه ۷۶۰

۱۵ - مثنوی پس چه باید کرد، ایضاً صفحه ۸۴۰، ۸۴۱ :

زندگانی هر زمان درکشش مکشش   عبرت آموز است احوال حبش
شرع یورپ بے نزاع قیل و قال   بره راه کرد است برگرگان حلال
نقش نو اندر جهان باید نهاد   از کفن دزدان چه امید کشاد؟

''کفن دزد،، اقبال کی اصلاح میں ''جمعیت اقوام،، تھی جس کے بارے میں

انھوں نے پیام مشرق میں کہا تھا:۔

من ازیں بیش ندانم کہ کفن دزدے چند
بہر تقسیم قبور انجمنے ساختہ اند

کتاب مذکور، ایضاً صفحہ ۲۶۳، نیز ضرب کلیم ملاحظہ ہو، کلیات اقبال اردو صفحہ ۶۰۷ :

یورپ کے کرگسوں کو نہیں ہے ابھی خبر
ہے کتنی زہر ناک ابی سینیا کی لاش
ہونے کو ہے یہ مردہ دیرینہ قاش قاش
اے وائے آبروئے کلیسا کا آئینہ
روما نے کر دیا سر بازار پاش پاش
پیر کلیسا ! یہ حقیقت ہے دل خراش

۱۶ - ملاحظہ ہوں تہران سے مطبوعہ مندرجہ ذیل فارسی کتب :
نقش پیغامبران در تمدن جہاں از فخر الدین حجازی، مقدمہ از ڈاکٹر مہدی بازرگان ۔ سرود اسلامی اقبال از سید محمد علی صغیر، سرود اقبال از فخر الدین حجازی، محمد، خاتم پیغمبران (۲ جلد، مجموعہ مقالات)، افکار اسلامی اقبال ازسید غلام رضا سعیدی اور محمد اقبال کنگرہ سعیدی بزرگداشت میں ڈاکٹر علی شریعی مرحوم آیۃاللہ سید ابو الفضل مجتہد زنجانی کے مقالے

۱۷ - خصوصاً اقبال کے ترانہ ملی کا عربی ترجمہ جسے استاذ صاوی شعلان مصری نے سالہا سال پہلے شائع کروایا تھا ۔ ملاحظہ ہو سرود اسلامی اقبال مطبوعہ تہران (حسینیہ ارشاد) ۱۹۶۹ء میں اس کا متن

١٨ - ٢٧ : ٣٤ یعنی آیه ٣٤ سوره ٢٧ - یه آیه مبارکه جس کی طرف یہاں نقل ہونے والے اقبال کے ایک اردو اور ایک فارسی شعر میں تلمیح موجود ہے، یوں ہے، قالت ان الملوک اذا دخلوا قریه افسدوها و جعلوا اعزۃ اهلها اذلة و كذلك يفعلون۔ سبا کی ملکه بلقیس کو حضرت سلیمان نے ھدھد کے ذریعے اطاعت گذاری اور ایمان لانے کا پیغام بھیجا۔ اس نے اپنے عمائد اور امرا سے مشورہ کیا که کیا کرے۔ بعض نے اسے جنگ کرنے کا مشورہ دیا۔ اس پر اس نے جو بات کہی تھی اسے وحی الٰہی نے یوں نقل کیا که: ''ملکه بولی که بادشاہ جب کسی ملک میں داخل ہوتے ہیں، تو اسے برباد کر دیتے ہیں اور اس کے باعزت افراد کو ذلیل کر دیتے ہیں اور وہ یہی کچھ کیا کرتے ہیں''۔ دنیا کی تمام معلوم جنگیں اس آیه مبارکه کی روشنی میں دیکھ لیں که آیا جوع الارضی کے مریضوں نے اس کے علاوہ بھی کچھ کیا ہے؟ مگر انبیاء و رسل کی اصلاحی یا دفاعی جنگیں اس زمرے میں نہیں آتیں۔ اقبال نے اسی مناسبت سے فرمایا ہے:

جنگ شاہان جہان غارتگری است　　جنگ مومن، سنت پیغمبری است

جاوید نامه، کلیات اقبال فارسی صفحه ٧٧٣

١٩ - قرآن مجید ٢٨ : ٣١

٢٠ - بانگ درا، کلیات اقبال اردو صفحه ٢٣٩

٢١ - ایضاً صفحه ٢٧١، ٢٧٣

٢٢ - بال جبریل، ایضاً صفحه ٣٠١ -

٢٣ - ارمغان حجاز، ایضاً صفحه ٦٨٠

۲۴ - ملاحظه هو سه ماهی اقبال بابت اپریل ۱۹۷۶ء میں میرا مقاله: اقبال کے چند تراجم و ماخوذات، تقابلی نمونے۔

۲۵ - بال جبریل، کلیات اقبال اردو صفحه ۴۰۸

۲۶ - سفرنامه روم و مصر و شام طبع اول علی گڑھ ۱۸۹۴ء صفحه ۶۴ - شبلی نے یه بات ''شرح عقائد النسفی،، کی طباعت کے سلسلے میں لکھی، مگر ان کی خوشی فہمی ملاحظه هو که اگر سلطان وقت کو اس تصرف کی خبر هوتی، تو وه اپنے هوا خواهوں کے اس عمل پر خوش نه هوتے

۲۷ - بانگ درا، کلیات اقبال اردو صفحه ۱۵۳

۲۸ - سید نظر برنی (مرتب) محمد علی، شخصیت اور خدمات دهلی ۱۹۷۶ء، صفحه ۲۳۲

۲۹ - ٹالسٹائے کی جن چند کتابوں کے ترجمے میں نے پڑھے ان سے یه بات بهر حال قابل قیاس نظر نہیں آتی که وه کلیسا کو جو دین مسیحی کا مظهر ھے: داروئے بیہوشی ،، کہیں کیونکه وه مذهب کے سخت موید تھے۔ البته یہاں طنزاً ایسے کہا گیا ھے۔

۳۰ - تلفظ خے به معنی پسینه۔

۳۱ - زلو، جونک ھے۔ ان اشعار کی ادبی شان بھی زائد الوصف ھے۔

۳۲ - ملاحظه هو: A. R. Tariq (ed) Speches and Statement of Iqbal, Lahore (Sheikh Ghulam Ali and sons) 1973, page 58.

۳۳ - قرآن مجید ۱۰۳ : ۳

۳۴ - پس چه باید کرد، کلیات اقبال فارسی صفحه ۸۳۱

۳۵ - ایضاً صفحه ۸۰۸

۳٦ - جاوید نامہ ایضاً صفحہ ٦۵۵

۳۷ - زبور عجم، ایضاً صفحہ ۴۰۲

۳۸ - بال جبریل، کلیات اقبال اردو صفحہ ۴٦۰

۳۹ - ضرب کلیم، ایضاً صفحہ ۵۴۹

۴۰ - جاوید نامہ، کلیات اقبال فارسی صفحہ ٦۱٦ - ان اشعار میں لزدیک کا اشارہ بادشاہ کے لئے ہے اور دور کا حقیقی درویش کی خاطر۔

۴۱ - پس چہ باید کرد، کلیات اقبال فارسی صفحہ ۸۱٦ اور بال جبریل، کلیات اقبال اردو صفحہ ۳۰۹ بالترتیب۔

۴۲ - بال جبریل، کلیات اقبال اردو صفحہ ۳۱۸

۴۳ - جاوید نامہ، کلیات اقبال فارسی صفحہ ٦۹٦

۴۴ - ارمغان حجاز، کلیات فارسی صفحہ ٦۷٦

۴۵ - ایضاً صفحہ ٦۴۵

۴٦ - ایضاً صفحہ ٦۵۴

۴۷ - ایضاً صفحہ ٦۷۸

۴۸ - ایضاً صفحہ ٦۷۷ لیکن بقول شاعر:

ضربت پیہم سے ہوجاتا ہے آخر پاش پاش
حاکمیت کا بت سنگیں دل و آئینہ رو

ایضاً صفحہ ٦۷۹

۴۹ - جاوید نامہ، کلیات اقبال فارسی ٦٦۸ تا ٦۷۰

۵۰ - قرآن مجید ۹۲ : ۳

۵۱ - ایضاً ۳۳ : ۹۷

۵۲ - ایضاً ۸۸ : ۲۸

۵۳ - ایضاً ۱۱۱ : ۹

۵۴ - ایضاً ۲۱۵ : ۲

۵۵ - ملاحظه هو راقم سطور کا مقاله ''اقبال اور تقدیر امم'' مشموله سه ماهی ''اقبال ریویو'' بابت جولائی اور اکتوبر ۱۹۷۷ء صفحه ۱ تا ۳۵